شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی سے

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کا عشق و محبت اور عقیدت

صاحبزادہ راشد علی زئی ، حضرو

محدث کبیر شیخ الحدیث حضرت العلامہ مولانا عبدالحق حقانی کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ انہوں نے نصف صدی سے زیادہ عرصہ تک پاکستان میں شریعت کی بالادستی اور دین حق کی سربلندی و اشاعت کیلئے مجاہدانہ کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ یہی وجہ ہے کہ آج انکی علمی۔ ادبی۔ سیاسی۔ سماجی۔ تبلیغی۔ تصنیفی اور دینی خدمات کے صلہ میں صاحبان عمل و قلم انھیں گلہائے عقیدت پیش کرر ہے ہیں۔ انکی سیرت و سوانح کے بارے میں بہت کچھ لکھا جاچکا ہے لکھا جارہا ہے اور لکھا جاتا رہیگا۔

یہ حقیقت ہے کہ اہل اسلام اور دین کے بہی خواہ ہر زمانہ میں اہل باطل سے بر سرپیکار رہے ہیں۔ اللہ جل شانہ کے حکم سے علماء حق ہر دور میں رہے اور اپنا فریضہ ادا کرتے رہے۔ برصغیر میں اہل اسلام اور علماء حق نے جس طرح اسلام کی بقاء و حفاظت۔ حریت و آزادی خدمت و اشعاعت دین کی جنگ لڑی اور جتنی تصانیف۔ تعلیمی ادارے۔ دینی مدارس اور تبلیغی و تصنیفی ادارے قائم ہوئے دنیا کی تاریخ میں اسکی نظیر نہیں ملتی تقسیم وطن کے بعد ایک ویران و بیابان اور بے آب وگیاہ پہاڑی خطہ ارضی کو جب اللہ جل شانہ نے چاہا تو مرکز علم و دین بنا دیا اور بقول مولانا عبدالقیوم حقانی دارالعلوم حقانیہ کی شکل میں اکوڑہ خٹک کے پتھروں سے علوم و معارف کے چشمے ابلنے لگے۔ جن کا فیض پاکستان کی حدود سے نکل کر بھارت۔ بنگلہ دیش۔ افغانستان۔ ایران اور عرب ممالک کے علاوہ امریکہ و افریقہ اور تمام مسلم ممالک میں پھیلا اور آج دنیا کے کونے کونے میں فضلاء اور دارالعلوم حقانیہ کے فارغ التحصیل۔ تعلیمی۔ تبلیغی۔ تدریسی اور تصنیفی خدمات میں مصروف کار ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث نے دارالعلوم کی شکل میں اپنی قوم کو صدیوں پرانا سبق یاد دلاتے ہوئے ان کے تن مردہ میں جہاد کی روح پھونک دی اور ایسے مجاہدین کی جماعت تیار کی جو سرکف اور کفن بر دوش ہو کر دشمنان اسلام کے سینوں میں نشتر پیوست کرسکتے ہیں۔ انہوں نے امام ابوحنیفہ کی فقہ۔ حضرت شاہ ولی اللہ کی فکر و فلسفہ۔ سید احمد شہید و شاہ اسمٰعیل شہید کا جذبہ جہاد اور حضرت مجدد الف ثانی کے طریقہ اصلاح میں دیوبندی روح ڈال کر دارالعلوم کی بنیاد رکھی تھی۔ جس سے تشنگان علم دور دراز سے آکر اپنی علمی پیاس بجھاتے ہیں اور یہاں سے فارغ التحصیل ہونے والے اسی قافلہ سرفروشان حق کے وارث و امین بن جاتے ہیں جنہوں نے جدوجہد آزادی میں بے مثال قربانیاں پیش کیں۔ اگر آج نئی نسل حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی اور شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی کی سرفروشانہ و مجاہدانہ جدوجہد کو بھول چکی ہے تو انکے علمی و روحانی جانشین اور عقیدت مند شاگرد حضرت شیخ الحدیث تو اپنے اساتذہ کا سبق نہیں بھولے تھے یہی وجہ ہے کہ دارالعلوم حقانیہ نے صرف قال اللہ وقال الرسول کا درس دینے والے بوریہ نشین ہی پیدا نہیں کیئے بلکہ دین حق کی سربلندی و اشاعت کیلئے میدان عمل میں دشمنان اسلام کے خلاف اپنے سرفروشانہ جذبہ کی بدولت روس جیسی سپرپاور کو ان حقانی علماء و طلبا نے ناکوں چنے چبوا دیئے۔ اور ہزاروں مجاہدین نے جام شہادت نوش کیا جنکی داستان شجاعت کیلئے مستقل تصنیف کی ضرورت ہے جس سے بخوبی اندازہ کیا جاسکے گا کہ ان سرفروشان حق کے دلوں میں جہادی روح پھونکنے والے قافلہ حق کے رہبر و رہنما شیخ الحدیث مولانا عبدالحق ہی تھے۔ اگر ہم انکی علمی و انقلابی زندگی کا مطالعہ کریں تو ہمیں قدم قدم پر انکی ہر ایک ادا اور انداز میں صرف ایک ہی شخصیت سے محبت و عقیدت کی جھلک نظر آئے گی۔ اور یہ فطری امر ہے کہ بات کوئی بھی ہو موضوع گفتگو کچھ بھی ہو انسان اس میں اپنے محبوب کا ذکر و تذکرہ کسی نہ کسی حوالہ سے ارادی یا غیرارادی طور پر لے ہی آتا ہے اور یہی چیز حضرت شیخ الحدیث کے ہاں بخوبی محسوس کی جاسکتی ہے اگر ہم انکے کا ملفوضات بنظر غائر مطالعہ کریں تو بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ وہ بات یہ بات ایک ہی ہستی کا حوالہ دیں گے ایک ہی شخصیت کا ذکر کریں گے اور یہ حوالہ یہ ذکر اپنے اندر ایک خاص محبت و عقیدت لیئے ہوئے ہوگا۔

حضرت شیخ الحدیث کی یہ محبوب ترین ہستی شیخ الاسلام والعرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کی ذات گرامی قدر ہے۔ جن کی ہر ایک ادا ہر ایک بات کو حضرت شیخ الحدیث نے اپنے دل و دماغ میں نقش کرلیا تھا۔ اسی حوالے سے زیر نظر مضمون میں راقم السطور نے حضرت شیخ الحدیث کے ملفوظات و تحریرات کی روشنی میں انہی کے الفاظ میں انکی اپنے شیخ و مربی اور محبوب استاد شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی سے محبت و عقیدت کی صرف ایک جھلک دکھانے کی کوشش کی ہے۔

شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنی سے حضرت شیخ الحدیث کی محبت و عقیدت کا باب اسی وقت سے شروع ہوتا ہے۔ جب آپ معدن علم و ادب۔ مرکز دین و مذہب اور مادر علمی دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے۔ وہاں آپ نے حصول علم کیلئے جن اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا ان سب میں سے آپ کو جس ہستی سے محبت و انسیت پیدا ہوئی وہ حضرت مدنی کی ذات بابرکات ہے۔ اس محبت و عقیدت کا اندازہ حضرت شیخ الحدیثؒ کی اس تحریر

سے بخوبی کیا جاسکتا ہے کہ (اپنے اساتذہ میں حضرت شیخ مدنی اور اکابر ہند میں حضرت شیخ مدنی سے جو قلبی عقیدت اور وارفتگی اور غیر اختیاری تعلق رہا وہ کسی دوسرے سے پیدا نہ ہوسکا)۔ (صحبتے با اہل حق صفحہ نمبر ۱۵۷)

اسی طرح ایک مرتبہ (۱۹۸۷) حضرت مدنی کے صاحبزادے مولانا ارشد مدنی مدظلہ دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے تو اس موقع پر حضرت شیخ الحدیث نے حضرت مدنی سے اپنے قلبی تعلق و نسبت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ (دارالعلوم حقانیہ اور اس کے فضلاء اور ان کی دینی خدمت اور اب جہاد افغانستان میں ان کا مجاہدانہ کردار یہ سب شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنی کا صدقہ جاریہ ہے کیونکہ مجھ گنہگار کی نسبت شیخ مدنی سے ہے۔ میری نااہلی ان کے نام سے نسبت ان کی شان عظمت کو بدنام کنندہ ہے۔ میں تو اس قابل نہیں کہ اکابر سے اپنے کوئی ادنیٰ نسبت جوڑ سکوں اللہ نے ستر پوشی کر رکھی ہے۔ اسی موقع پر مجلس میں موجود مولانا محمد یٰسین نے عرض کی حضرت یہ بھی حضرت مدنی کی وراثت اور ان سے کمال تعلق اور سچی عقیدت اور تلمذ کی برکات ہیں کہ یہ تواضع بھی آپ کو ان سے ورثے میں ملی ہے۔ ہمارے اکابر میں صرف حضرت مدنی ہی کی عادت مبارک تھی کہ وہ اپنے نام کے ساتھ ننگ اسلاف لکھا کرتے تھے۔

حضرت شیخ الحدیث نے قیام دارالعلوم دیوبند میں حضرت مدنی سے باقاعدہ تحصیل حدیث کی تھی۔ اور اپنے حدیث کے سلسلہ سند میں فرمایا کرتے تھے کہ (میں نے جامع ترمذی اور بخاری شریف شیخنا شیخ العرب والعجم۔ شیخ المشائخ۔ شیخ الاسلام والمسلمین المجاہد فی سبیل اللہ امیر الہند حافظ الحدیث سیدنا مولانا وباالفضل اولنا حضرت مولانا سید حسین احمد المہاجر المدنی صدر المدرسین بدارالعلوم دیوبند سے پڑھی ہیں)۔ (میری علمی اور مطالعاتی زندگی)

اسی ضمن میں آگے چل کر اپنے محبوب استاد کی یاد تازہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں (حضرت شیخ مدنی حدیث کے امام تھے۔ حافظ الحدیث تھے۔ بہت بڑے مرد مجاہد اور صاحب الکمالات تھے۔ آپ کا نسبی تعلق سادات سے ہے۔ آپ کے مورث اعلیٰ جو سب سے پہلے ہندوستان پہنچے ان کا نام شاہ نور الحق ہے۔ ان سے حضرت شیخ مدنی تک خاندان کی سترہ پشتیں گزری ہیں۔ مغلیہ خاندان کے شاہان دہلی نے آپ کے خاندان کے اعلیٰ مورثوں کو چوبیس گاؤں بطور جاگیر دیئے تھے۔ وہ دور اہل علم کی قدردانی کا دور تھا۔ یہ واقعہ تو مشہور ہے اور مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی کے سوانح نگاروں نے بھی لکھا کہ علامہ سیالکوٹی کو ان کی ایک تصنیف کے بدلے سونے کے ساتھ تولا گیا تھا۔ ۱۳۱۶ھ میں حضرت مدنی کے والد ماجد نے بمع اہل و عیال ہجرت کی تو آپ کو بھی ساتھ لے گئے۔ وہاں کے ایام آپ نے اور آپکے خاندان نے حد درجہ تنگی اور عسرت میں گزارے مگر تحصیل علم اور اشاعت دین میں کوئی فرق نہ آنے دیا ایک طویل عرصہ تک مدینہ منورہ میں قیام فرمایا۔ مسجد نبوی میں درس حدیث بھی جاری رکھا جس میں عرب و عجم کے سینکڑوں طالبان حدیث فیضیاب ہوتے رہے۔ میں اکثر طلباء دارالعلوم سے کہا کرتا ہوں کہ دارالعلوم حقانیہ میں بھی جو کچھ اللہ کے کرم سے تمہیں نظر آرہا ہے یہ سب شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنی کے فیوضات ہیں جو صرف یہاں تک محدود نہیں بلکہ ایشیا۔ افریقہ اور برصغیر میں جہاں جہاں بھی علم حدیث کی خدمت اور اشاعت کا کام ہو رہا ہے اس میں حضرت مدنی کے تلامذہ در تلامذہ مصروف کار ہیں۔

حضرت مدنی حضرت شیخ الہند کے ارشد و اخص تلامذہ سے تھے۔ آپ نے جامع ترمذی اور بخاری شریف حضرت شیخ الہند سے پڑھی۔ حضرت شیخ الہند کے شاگردوں میں بڑے بڑے جبال العلم جامع الکمالات تھے اور دین کے ستون قرار پائے اور ان سے دین و علم کے چشمے جاری ہوئے مگر حدیث کا جو فیض اور فائدہ ہمارے استاذ اور مرشد حضرت شیخ مدنی کے ذریعے ہوا اس کی نظیر نہیں ملتی۔ آج برصغیر اور بیرون ممالک میں ہزاروں تلامذہ کے ذریعے ان کا فیض جاری ہے۔ حضرت شیخ مدنی کے بڑے بڑے ہمعصر تھے۔ اکابر تھے۔ ذہین اور سیاستدان تھے مگر جو فیض اللہ نے حضرت مدنی کا پھیلایا وہ کسی کو کم نصیب ہوا۔ حافظہ اور ذہانت میں ان جیسے اور حضرات بھی تھے مگر اپنے شیخ (شیخ الہند) کی محبت اور جان نثاری جو ان میں تھی اس کی مثال نہ تھی عمر بھر وفا شعار غلام اور عاشق بنے رہے۔ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں اور اس راہ میں آپ نے اپنی اولاد بیوی اور والدین کی جدائی تک برداشت کی۔ ان کی وفات کی اطلاعیں پہنچیں مگر مالٹا کی جیل میں اپنے استاد کی رفاقت ترک نہ کی۔ جب حضرت شیخ الہند گرفتار کرلئے گئے تو اس وقت شیخ مدنی نے حکومت سے کہا کہ جس دفعہ کے تحت تم نے میرے استاد کو گرفتار کیا ہے میں بھی اسی دفعہ کا مجرم ہوں تو اس طرح اپنے آپ کو اپنے شیخ کے ساتھ مالٹا کی جیل میں شریک کرلیا کہ شیخ کی خدمت کا موقع ملتا رہے غرضیکہ ادب و محبت اور نیازمندی کا کوئی نمونہ نہ تھا جسے قائم نہ فرمایا اور اسی تعلق خاص اور محبت و خدمت کے ثمر میں اپنے شیخ کے علوم اور فیض کا مورد بنے۔ تصوف و ارشاد کا جو فیض جاری ہوا وہ اس کے علاوہ ہے۔

ایک مرتبہ حضرت شیخ الحدیث نے شاگردوں کی اپنے استاد کے ساتھ محبت و احترام کی برکات کا ذکر کرتے ہوئے اپنے محبوب استاد شیخ مدنی کا اپنے استاد حضرت شیخ الہند سے تعلق اور محبت و جان نثاری کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت شیخ الہند کے تلامذہ بہت تھے۔ مداح بھی بہت تھے ہر شاگرد دل و جان سے نثار ہونا چاہتا ہے مگر ان میں سے جو مقام شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کو ملا وہ تو سب سے انوکھا اور نرالا ہے اور جتنا فیض حضرت مدنی کا پھیلا اس تک کوئی بھی نہیں پہنچ سکتا۔ آج برصغیر میں علم حدیث کی جو خدمت ہو رہی ہے سب بالواسطہ یا بغیر واسطہ شیخ مدنی کے فیوض و برکات ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ شیخ العرب والعجم حضرت مدنی نے اپنے استاد کے ساتھ قرب و محبت اخلاص و خدمت اور تعلق و اختصاص کا جو مقام حاصل کرلیا تھا وہ دوسروں کو حاصل نہ ہوسکا) (صحبتے با اہل حق صفحہ ۲۵۹)

استاد سے اسی محبت و عقیدت کا اثر تھا کہ حضرت مدنی کو بھی ان پہ جان چھڑکنے والے عزیز طلباء نصیب ہوئے تھے۔ اپنے محبوب استاد سے اسی محبت و عقیدت کا ذکر کرتے ہوئے حضرت شیخ الحدیث فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ مدنی پر طلبہ جان تک قربان کرتے تھے۔ آپ کی شخصیت میں غضب کی محبوبیت

تھی۔ طلبہ میں اور عامتہ الناس میں آپ کی جلالت و عظمت تھی اور شفقت و محبت بھی عجیب تھی۔ (میری علمی و مطالعاتی زندگی صفحہ ۳۵)

حضرت شیخ الحدیث اپنے محبوب استاد و شیخ حضرت مدنی سے اپنی محبت و عقیدت کو کہیں بھی اور کسی بھی موقعہ پر چھپا نہ سکتے تھے۔ انہیں ہر جگہ اور ہر مقام پر اپنے محبوب استاد کی شخصیت نمایاں اور منفرد نظر آتی تھی اور وہ اپنے اس رنگ محبوبیت کا اظہار بھی برملا کرتے تھے۔ اگر کبھی بات موازنے کی ہو یا لیڈران قوم کی وہ یہی فرمائیں گے کہ شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنی کی شان سب سے نرالی تھی علما بہت دیکھے مدرسین کے درس میں شریک ہوئے۔ ہندوستان کی قیادت کو پرکھا مگر جو چیز اور امتیازی صفات شیخ مدنی میں دیکھے وہ کہیں دوسری جگہ نظر نہیں آئے۔ شیخ مدنی کا تقوی۔ شجاعت۔ شرافت۔ تواضع۔ انکساری اور کسر نفسی ان کیلئے طبیعت ثانیہ بن چکی تھی۔ جب حضرت مدنی کا نام سنا تھا اور دیکھا نہیں تھا تو نام کی شہرت سے ان کی شخصی عظمت کا ایک نقشہ ذہن میں بن چکا تھا خیال تھا کہ شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ اور امیرانہ رکھ رکھاو کے آدمی ہونگے مگر جب انکی مجلس دیکھی انکی معاشرت دیکھی تو انہیں کچھ اور پایا ان کا علم بھی بے مثال تھا اور حلم بھی بے مثال۔ دوسری درسگاہوں میں منطق اور فلسفہ کی بڑی بڑی کتابیں پڑھ کر جب حضرت شیخ مدنی کی درسگاہ میں حاضری دی تو ان کی درسگاہ میں سب سے بڑی خصوصیت یہ پائی کہ خود کو پہچان لیا۔ خودشناسی کا احساس ہوا اور علم اور علماء کی شان سامنے آئی۔ جب مجھے دارالعلوم دیوبند میں تدریس کا موقع ملا تو اس زمانہ میں بھی شیخ مدنی کا درس حدیث ہوا کرتا تھا میں نے اپنے زمانہ تدریس میں بھی شیخ مدنی کے درس میں شرکت کی کوشش کی۔ تدریس کے اوقات کے علاوہ بارہ بجے کے بعد بعد العصر اور بعد العشاء کے دروسوں میں شریک ہوا کرتا تھا۔

ایک مرتبہ حضرت مدنی پندرہ روز تک تسلسل سفر پر رہے جب واپسی ہوئی تو سب کو یقین تھا کہ حضرت تھکے ہوئے ہیں اور مطالعہ بھی نہ کیا سبق نہیں ہوگا مگر آپ گاڑی سے اترے اور سیدھے دارالحدیث میں پہنچے اور سبق پڑھانا شروع کردیا۔ (نواقضات وضو) کا بیان تھا ارشاد فرما رہے تھے کہ مسئلہ زیر بحث میں آٹھ مذاہب مشہور ہیں پھر مذاہب ان کے دلائل اور تفصیل سے بحث کی۔ طلبہ متحیر کہ تھکے ماندے ہونے کے باوجود اس قدر علمی تبحر۔ وسعت مطالعہ اور قوت حافظہ یہ تو بس ان کی ہی کرامت تھی۔

ایک مرتبہ درس کے دوران ایک طالب علم نے کسی مسئلہ میں شمس بازغہ کی بحث چھیڑنا چاہی تو شیخ مدنی نے متعلقہ مسئلہ میں عبارات پڑھ پڑھ کر بحث کا مکمل احاطہ کیا اور فرمایا! بھائی میں نے جب شمس بازغہ پڑھی تھی اس زمانے میں کل نمبر پچاس ہوا کرتے تھے اور مجھے امتحان میں ترییسٹھ نمبر حاصل ہوئے تھے۔ اس سے حضرت مدنی کے حافظہ کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ حضرت شیخ مدنی کا حافظہ ایسا تھا کہ بخاری آپ کو سند اور متن کے ساتھ یاد تھی مگر آپ نے کبھی بھی اس امر کو ظاہر نہ فرمایا بلکہ اس کی ہمیشہ اخفاء کرتے تھے۔ جب بخاری پڑھاتے تو اپنے سامنے قسطلانی کا نسخہ رکھتے تھے۔ بہت تھوڑے عرصہ میں اپنے شیخ کی دعا سے قرآن مجید یاد کرلیا تھا اور اسی ماہ رمضان جس میں قرآن یاد کیا اپنے استاد کو تراویح میں سنا بھی دیا۔

جب کبھی غصہ آجا اور بہت کم ایسا ہوتا تو زیادہ سے زیادہ خلق الانسان من عجل کہہ کر اس کا اظہار کرتے تھے۔

حضرت شیخ الحدیث کو اپنے محبوب استاد حضرت مدنی کی ہر ایک ادا پسند تھی اور ان کی ہر ایک بات ہر ایک چیز حضرت شیخ الحدیث نے اپنانے کی کوشش کی۔ حضرت مدنی کا انداز گفتگو ہو کہ طرز تحریر و تقریر ہو۔ اٹھنا بیٹھنا ہو کہ خاطر داری مہمانان ہو۔ سلسلہ تصنیف ہو کہ تدریس ہو ہر ایک انداز کو حضرت شیخ الحدیث نے اپنے اندر سمونے کی پوری پوری کوشش کی اور ساتھ ساتھ اس کا برملا اظہار بھی کرتے رہے۔ ایک دفعہ فرمایا کہ حضرت الاستاذ شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کا انداز تدریس اگرچہ عالمانہ اور فاضلانہ ہوتا تھا مگر آسان اور تفصیل سے ہوا کرتا تھا ہر بات سادہ اور آسان پیرائے میں ہوتی۔ غبی سے غبی طالب علم بھی آپ کے درس کو آسانی سے سمجھ لیتا تھا مگر علامہ انور شاہ کاشمیری اور مولانا بلیاوی کی تدریسی تقاریر پر خالص عالمانہ رنگ غالب تھا جس کو ذہین طلباء تو سمجھ سکتے تھے مگر سب کا سمجھنا آسان نہ تھا۔ مجھے شیخ مدنی کا انداز تدریس بے حد پسند تھا اسلئے میں نے ان ہی کی نقل کی کوشش کی ہے اور ان ہی کے علوم و معارف کے ساتھ ساتھ ان ہی کے انداز تدریس کو بھی جوں کا توں باقی رکھنے کی کوشش کی ہے۔

مجھے یہ حقیقت کہنے میں کوئی باک نہیں ہے کہ حضرت شیخ الحدیث حضرت مدنی کا پرتو تھے۔ ان کا طریقہ تدریس حضرت مدنی ہی کی طرح کا تھا۔ الفاظ کی ادائیگی مطالب کی تفصیل زبان کی فصاحت۔ کلام کی دل نشینی۔ مضامین کی شیرینی۔ آواز کی بلندی اور صفائی کلام کی برجستگی۔ مذاہب کی تفصیل۔ بیان کی دلاویزی میں وہ حضرت مدنی کی تصویر اور عکس تھے۔ حضرت مدنی کے کوثر و تسنیم میں دھلے ہوئے کلمات حضرت شیخ الحدیث کے قلب پر نقش ہوگئے تھے۔ مولانا رضاء الحق دارالعلوم زکریا (جنوبی افریقہ) رقمطراز ہیں کہ (فقیر راقم الحروف نے حضرت شیخ الاسلام کی بخاری شریف کے درس کی دس کیسٹیں سنی ہیں۔ حضرت مولانا عبدالحق کو حضرت مدنی سے بہت مشابہ پایا اگر پشتو اور اردو کا فرق نہ ہوتا تو پہلی ساعت میں حضرت مولانا پر حضرت مدنی کا گمان ہوتا۔ اپنے شیخ کی طرح گھنٹوں گھنٹوں حدیث نبوی کا درس دیتے ہوئے حدیث کی لذتیں لوٹتے تھے۔ تھکاوٹ ان کے ہاں نام کی کوئی چیز نہ تھی اور مفردات کی تشریح سے لیکر حدیث کے نکات تک کے نغمے چھیڑتے اور چمن حدیث میں وہ پھول کھلاتے جنکی خوشبو ہوش اڑاتی۔

صحن چمن کو اپنی بہاروں پہ ناز ہے وہ آگئے تو ساری بہاروں پہ چھا گئے۔

(ماہنامہ الحق ۵۴۶ جون ۸۹ء)

حضرت شیخ الحدیث عہد جدید میں اساتذہ کے علم و خلوص اور شفقت و محبت میں کمی کے باعث طلباء کی بے اعتدالیوں اور بے راہ رویوں سے سخت نالاں تھے۔ کیونکہ انہوں نے جس دور میں آنکھ کھولی تھی اس وقت استاد کا مرتبہ بہت بلند تھا انہوں نے خود بھی اساتذہ کا احترام کرتے ہوئے پایا تھا مگر موجودہ عہد میں استاد اور شاگرد کے رشتہ سے وہ مطمئن نہ تھے اسی لئے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے حضرت مدنی کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ (جہاد اور قربانیوں کی شکل میں مختلف حیثیتوں سے جو فوائد اور برکات اہل اسلام کو پہنچے

وہ اس سے الگ ہیں یہ سب ادب و محبت اور عاشق بننے کے نتائج ہیں اگر اساتذہ و شیوخ سے محض رسمی تعلق ہو کہ درسگاہوں میں انہیں اجیر سمجھ کر رہے کتاب ختم کی اور چلے گئے تو اس علم کی کوئی برکت نہ ہوگی۔ افسوس کہ آج یہ چیزیں ختم ہوتی جارہی ہیں۔ اساتذہ اور شیوخ سے رابطہ نہیں رہا۔ اتصال سند کی فکر نہیں رہتی حالانکہ انبیاء اولیاء اور شیوخ طریقت سے اپنے متبعین شاگرد اور مریدین کو بھی جو فیض حاصل ہوا وہ عاشق جان نثار اور فدائی بنکر حاصل ہوا۔ جیسا کہ حضرت مدنی کو اپنے استاذ و شیخ سے عشق تھا۔
حضرت مدنی کو اپنے استاذ و شیخ کے ساتھ ساتھ علم اور اس کی اشاعت اور تعلیم و تدریس سے بھی عشق تھا۔ دن کو سفر۔ رات کو سبق۔ جس روز بخاری کا امتحان ہونا ہے اس روز پرچہ سے قبل بڑے اطمینان سے بخاری کا درس پڑھا رہے ہیں۔ تواضع اور انکساری فطرت اور طبیعت ثانیہ بن چکی تھی۔ ہم نے بارہا دیکھا کہ غریب اور دیہاتی گنواروں یہاں تک کہ غیر مذہب کے ہنود وغیرہ کے خود ہاتھ دھلا رہے ہیں۔ مہمانوں کی بے خبری میں ان کے پاوں دبا رہے ہیں۔ سفر میں راہ چلتے ساتھیوں کے لئے گاڑی میں پاخانے تک صاف کیئے۔ اتنی شان تواضع و انکساری دوسری طرف باطل کے خلاف ایک ننگی تلوار تھے ساری زندگی انگریزی سامراج کے ساتھ ٹکرائے)
حضرت شیخ الحدیث نے خود کو حضرت مدنی کے تواضع انکساری کا پیکر بنا لیا تھا۔ ان کی ذات میں بھی وہی تواضع و انکساری اور خدمت خلق کا جذبہ رچ بس گیا تھا جس کا مصداق ان کے محبوب استاذ کی ذات تھی۔ حضرت شیخ الحدیث نے ایک مرتبہ حضرت مدنی کے عجز و انکسار کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا! حضرت مدنی کی رات سفر میں جلسوں اور ریل میں گزرتی دن دارالحدیث میں حدیث رسول پڑھاتے تھا۔ جب جلسہ ہوتا تو طلباء نعرے لگاتے۔ ایک نعرہ یہ بھی لگایا جاتا کہ امیرالسند زندہ باد! (رئیس الہاجرین زندہ باد) طلباء اور عام مسلمانوں کے ان نعروں سے وقت کے حکمرانوں اور گورنمنٹ انگریز کو تکلیف پہنچتی تھی اور طلباء اسے خوب جوش سے بلند کرتے لیغیظ بھم الککفلوہ تاکہ کافروں کو ان سے جلائے۔
ایک مرتبہ آپ دارالعلوم کی مسجد میں خطاب فرمارہے تھے ارشاد فرمایا کہ تم مجھے مہاجر مدنی کے لقب سے یاد کرتے ہو اور نعرے بھی لگاتے ہو مگر یاد رہے کہ مہاجر کو اپنے اصل وطن آکر زیادہ سے زیادہ تین روز کے قیام کی اجازت ہے بلا ضرورت تین روز سے زیادہ نہیں ٹھہر سکتا ورنہ مہاجرت باقی نہیں رہتی جبکہ عرصہ ہوا میں مدینہ منورہ سے ہندوستان آگیاھوں۔ اب مہاجرت باقی نہیں رہی ۔ فرمایا! ہمارے والد صاحب نے ہندوستان سے ہجرت کی تھی میں اس وقت بچہ تھا۔ اہل نیت سے نہ تھا والد صاحب کی اتباع میں گیا تھا۔ اصل مہاجر ہمارے والد صاحب ہیں۔ ہمارے والد صاحب نے مرض الوفات میں ہم بیٹوں کو بلا کر وصیت فرمائی کہ دیکھو میرا تمہارے اوپر حق ہے اور میں تمہیں یہ وصیت کرتا ہوں کہ اس وقت تک آرام سے نہ بیٹھنا جب تک ہندوستان میں انگریز موجود ہیں۔ والد صاحب نے ہمیں جہاد کی تعلیم دی وہی لے کر ہندوستان آئے۔ اب وہی نصب العین ہے اور اب اس کیلئے ہندوستان میں کام کر رہے ہیں۔ باقی رہا میرے لئے آپ کا نعرہ (امیرالسند) تو دیکھے! امیر وہ ہوتا ہے جو سونا چاندی۔ دولت و سرمایہ کا مالک ہو۔ میرے پاس کونسی دولت ہے کہ آپ مجھے (امیرالسند) کہتے ہیں۔
حضرت شیخ مدنی کا عام معمول یہ تھا کہ آپ کے پاس جو تحائف آتے اور ہدایہ آتے تھے آپکا ایک خادم تھا قادری صاحب اس نے اپنی ساری زندگی حضرت مدنی کی خدمت کیلئے وقف کر رکھی تھی آپ وہ ہدایہ اور تحائف اس کے حوالے کردیتے وہ سب کاروبار چلاتا تھا۔ شیخ مدنی نے عہد کر رکھا تھا کہ جب تک ہندوستان میں انگریز کی حکومت رہے گی زمین نہیں خریدوں گا۔ فرمایا کرتے تھے جب میں ہندوستان میں ایک انچ زمین کا بھی مالک نہیں تو آپ مجھے کیسے (امیرالسند) کہتے ہیں۔
حضرت شیخ الحدیث ہندو پاک میں دینی مدارس کو حضرت مدنی کے روحانی فیوضات وبرکات کا پرتو سمجھتے تھے۔ دارالعلوم حقانیہ سے حضرت مدنی کی شفقت و عنایت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ (حضرت شیخ مدنی) بہت بڑے ولی اللہ اور صاحب الکرامات تھے آپ کی کرامات کی ایک بڑی نشانی یہ ہے کہ اس وقت ہندوپاک میں جس قدر بھی مدارس آپ کو نظر آتے ہیں تقریبا سب میں حضرت شیخ مدنی کے بلاواسطہ یا بالواسطہ تلامذہ خدمت دین میں مشغول ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنی نے حضرت لاہوری کو خط لکھا تھا کہ! (دیکھو! پاکستان میں دارالعلوم حقانیہ قائم ہوچکا ہے۔ اس کا خصوصی خیال رکھنا دارالعلوم حقانیہ ہمارا اپنا ادارہ ہے۔
حضرت شیخ الحدیث کی اپنے استاذ سے بے پناہ محبت اور استاذ کے اس درجہ پرخلوص برتاؤ سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ محبت یکطرفہ نہ تھی بلکہ استاذ بھی اپنے عزیز شاگرد کے جنوں اور دیوانگی سے بے خبر نہ تھے۔ اسی لیئے تو وہ نہ صرف دوسروں کو دارالعلوم سے متعلق تلقین فرماتے تھے بلکہ بذات خود بھی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک تشریف لائے تھے۔ اس یادگار واقعہ کی یاد تازہ کرتے ہوئے ایک مرتبہ حضرت شیخ الحدیث نے اپنی بیٹھک کی ایک نشست کے دوران دائیں طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا! یہ سامنے کی چارپائی پر حضرت شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنی تشریف فرما رہے تھے۔ اس موقعہ پر حضرت مدنی نے تعلیم القرآن سکول کی بنیاد رکھی۔ یہ دارالعلوم حقانیہ بھی انہی بزرگوں کی برکتوں کا صدقہ ہے اور آپ حضرات جواب نفاذ شریعت بل کی تحریک چلا رہے ہیں یہ بھی انہی بزرگوں کی محنت و جہاد اور مسلسل قربانیوں کا صدقہ ہے۔ اوائل میں جب دارالعلوم کے سالانہ جلسے ہوا کرتے تھے تو حضرت شیخ التفسیر اپنی شفقتوں اور حضرت شیخ مدنی کی تاکید کے پیش نظر ہمیشہ شرکت فرمایا کرتے تھے۔ فالج کی تکلیف شدت پر تھی پھر بھی تشریف لائے اور دارالعلوم کو نوازا۔ آج دارالعلوم میں آپ کو جو کچھ نظر آتا ہے یا آپ کا جو ہمارے ساتھ حسن ظن کا معاملہ ہے یہ سب حضرت شیخ مدنی اور حضرت لاہوری کی دعاؤں کے ثمرات ہیں۔
ایک مرتبہ حضرت شیخ الحدیث نے فرمایا کہ جی چاہتا ہے کہ دارالعلوم کا سالانہ جلسہ منعقد ہو مگر سوال یہ ہے کہ کس کو بلایا جائے؟ کون رہ گیا ہے کس کو دعوت دی جائے نہ تو شیخ مدنی ہیں اور نہ ہی حضرت لاہوری ہیں اور اب جو یہ رونقیں آپ کو نظر آتی ہیں یہ سب حضرت مدنی اور حضرت لاہوری کے فیوض اور برکات کے اثرات ہیں۔
درج بالا اقتباسات سے بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ حضرت شیخ الحدیث کے

دل میں اپنے محبوب استاد و شیخ کی محبت و عقیدت عشق و وارفتگی کی کس حد تک پہنچ چکی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت شیخ الحدیث اپنے محبوب استاد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے موجودہ عہد میں اگر ایک طرف کاروان علم کے سپہ سالار تھے تو دوسری طرف تشنگان علم و عمل اور دلدازگان تصوف کی پناہ گاہ تھے طریقت و حقیقت کے عاشقوں کی سیرابی کا چشمہ صافی اپنے سینہ میں سموئے ہوئے تھے اور علوم ظاہری و باطنی دونوں میں اپنے شیخ حضرت مدنی کے صحیح جانشین تھے۔ بلکہ حضرت مدنی کے عاشق زار تھے۔ حضرت مدنی کے تذکرہ سے ان کی آنکھیں آنسوؤں کا سمندر بن جاتیں۔ شاید انکی کوئی مجلس شیخ الاسلام کے تذکرہ سے خالی ہو۔ وہ حضرت مدنی کے ظاہری و باطنی کمالات کے تہہ دل سے معترف تھے۔ ان کے علم و عمل کو حضرت شیخ الحدیث نے اپنے اندر جذب کر لیا تھا۔ اور خلوت و جلوت میں انہی کے نقش قدم پر گامزن تھے۔ انہوں نے تعلق مع اللہ کے ساتھ تعلق خلق کے نسخہ کیمیا پر عمل کرنا حضرت مدنی سے وراثت میں پایا تھا۔ مسند حدیث کی تزئین کے ساتھ قومی سیاست میں حصہ لینا حضرت مدنی ہی کی اتباع کا ثمر تھا۔ بادشاہی میں فقیری اور بلند مراتب کو چھونے کے باوصف تواضع حضرت مدنی کا وطیرہ تھا۔ جو حضرت شیخ الحدیث میں اکمل طریقے سے موجود تھا۔ مخالفین کی دریدہ دہنی پر جام صبر نوش فرمانا بھی حضرت مدنی سے نسبت کا نتیجہ تھا۔ وہ حضرت مدنی کو صرف استاد و شیخ ہی نہیں سمجھتے تھے بلکہ ایک اتالیق و مربی اور روحانی والد سمجھتے تھے۔ وہ پاکستان میں حضرت مدنی کے کمالات کا پرتو تھے۔ ان کی بدولت اللہ نے حضرت مدنی کے فیوضات و برکات اور علمی صدقات کو پاکستان افغانستان اور دنیا کے اطراف و اکناف میں پھیلایا۔ حضرت مدنی کے انفاس طیبہ سے حضرت شیخ الحدیث کی شخصیت بنی۔ عشق نبوی کا چراغ حضرت شیخ الحدیث کے قلب میں حضرت مدنی کی جلائی ہوئی شمع کے طفیل تھا اور اس چراغ حقانی نے ایک دنیا کو منور کر دیا ہے۔

جو آگ کی خاصیت وہ عشق کی خاصیت
اک خانہ بخانہ ہے اک سینہ بسینہ

در یہ حضرت مدنی کی نظر کیمیا اثر کا نتیجہ ہے کہ حضرت شیخ الحدیث سے اللہ جل و شانہ نے دین کی خدمت لی۔ جس کی نظیر اس آخری دور میں نا ممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ حضرت شیخ الحدیث معقولات و منقولات دونوں میں ماہرانہ بصیرت رکھتے تھے۔ ان کو حدیث کی طرح فنون کی کتابیں اور مسائل بھی ازبر تھے۔ بایں ہمہ اپنے کمالات کو ہمیشہ چھپانے کی کوشش کرتے تھے اور اپنی کسی ادا سے اپنا علمی کمال ظاہر نہیں ہونے دیتے تھے
یہی وجہ ہے کہ حضرت شیخ الحدیث نے اپنے کسی بڑی سے بڑی کامیابی کو بھی کبھی اپنی ذات سے منسوب نہ کیا بلکہ اپنی ہر قسم کی تصنیفی، تدریسی یا سیاسی کامیابی کو بھی اپنے محبوب استاد کی شفقتوں اور عنایتوں سے منسوب کیا۔
جب آپ نے "حقائق السنن" کی ترمذی اردو شرح مولانا عبدالقیوم نے مرتب فرمائی تو اپنی اس تالیف کو اپنے محبوب استاد سے منسوب کرتے ہوئے فرمایا کہ اس تقریر ترمذی کو میری نسبت سے دیکھا جائے تو کچھ بھی نہیں لیکن اللہ تعالے کے فضل و کرم کی نسبت سے بہت کچھ ہے اس تقریر کی ترتیب و اشاعت سے میرے اندر نقائص، عیوب اور کمزوریاں تھیں وہ بھی ظاہر ہو جائیں گی۔ اللہ تعالی سے ستاری کی درخواست ہے میں تو ہروقت اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالی حضرت شیخ المدنی کے علوم و معارف کی صحیح نقل کی توفیق عطا فرمائے۔ درس ترمذی میں میرا کچھ بھی نہیں جو حضرت شیخ مدنی سے سنا تھا کوشش کی ہے کہ وہی محفوظ رہے اور درس میں ان ہی کے ملفوظات اور ان ہی کے لطائف نقل کرتا رہا ہوں۔ میں تو صرف اپنے اساتذہ کے علوم کا ناقل ہوں۔ (مجتبئے باالمل حق صفحہ ۵۷)
حضرت شیخ الحدیث نے اپنے محبوب استاد کی پیروی کرتے ہوئے کبھی بھی اپنی اپنی گفتگو یا کسی قسم کی تحریر و تقریر میں کہیں بھی اپنے آپ کو بڑھا چڑھا کر پیش نہیں کیا ہے۔ حالانکہ عہد جدید میں یہ رسم چل نکلی کہ ہمارے اکثر بزرگ و اساتذہ جب خود مسند نشین ہوتے ہیں اور جن لوگوں کے فیض صحبت سے وہ اس مقام تک پہنچے ہیں تو اپنے ان اساتذہ کی ہر توجیہہ اور تجزیہ اپنے طلباء کے سامنے اپنی ذاتی کاوش اور اپنی ذہانت کے طور پر پیش کرکے طلباء کو متاثر کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور یہی ہمارا المیہ ہے کہ ہمارے اساتذہ و بزرگ اپنی انا کی خاطر اپنے اساتذہ کے فیض و شخصیت کو پس پشت ڈال کر خیر و برکت اور کامیابیوں سے محروم ہوتے جارہے ہیں مگر یہ حقیقت ہے کہ حضرت شیخ الحدیث نے اپنے ذاتی اوصاف و کمالات کے ہوتے ہوئے بھی اپنے محبوب استاد کا حق ادا کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ انہوں نے کسی جگہ کسی مقام یا موقع پر بھی اپنی کسی کوشش و ذہانت یا کامیابی و علمی لگن کو اپنے آپ سے منسوب نہیں کیا ہے۔ انہوں نے اگر کوئی کارنامہ انجام بھی دیا تو اسے اپنے استاذ اور محبوب شیخ کی برکتوں اور عنایتوں کا ثمر قرار دیکر ہمیشہ اپنی عاجزی کا اظہار کیا ہے۔ خدا کرے کہ ہمارے دوسرے بزرگ بھی حضرت شیخ الحدیث کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنی ذاتی انا کو ختم کرکے فخریہ اپنے اساتذہ حسین احمد مدنی کا جوتا ہمارے سروں کا تاج ہے اور ان کے جوتوں کو اپنے سر پر رکھنا ہم اپنے لیئے سعادت سمجھتے ہیں۔

آئے عشاق۔ گئے وعدہ فردا لے کر
اب انہیں ڈھونڈھ چراغ رخ زیبا لے کر